محمد ذکوان ندوی

تفسیر اور تذکیر کا فرق

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

قرآن مجید سے ذِکرونصیحت کا فائدہ حاصل کرنے کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ یہ مفروضہ ہے کہ —— قرآن ایک مشکل کتاب ہے۔ اُس کو سمجھنا عام لوگوں کا کام نہیں، یہ صرف علما کا مقام ہے کہ وہ قرآن کو سمجھ کر پڑھیں اور اُس سے استفادہ کر سکیں۔

اِس قسم کا مفروضہ قرآن کے تذکیری اور تفسیری مطالعے میں فرق نہ کرنے کی بنا پر پیدا ہوا ہے۔ اصل یہ ہے کہ قرآن سے استفادہ کرنے کی دو سطحیں ہیں: ایک ہے تلاوت برائے تذکیر، اور دوسری ہے تلاوت برائے تفسیر۔ قرآن میں بار بار ارشاد ہوا ہے کہ تذکیر کے لیے اُسے پوری طرح موزوں بنا دیا گیا ہے: 'وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ'۔ قرآن کے مطابق، تذکیر کے لیے اصلاً 'تَقْوٰی' (الحاقہ ۶۹: ۴۸) اور 'اِنَابَت' (غافر ۴۰: ۱۳) جیسی داخلی صفات درکار ہیں۔ البتہ تفسیر کے لیے، بلاشبہ یہ ضروری ہے کہ آدمی اپنے اندر مطلوب علمی استعداد پیدا کرے۔

اِس معاملے میں سب سے پہلے یہ دیکھنا چاہیے کہ اِس باب میں خود قرآن مجید کا اپنا بیان کیا ہے؟ قرآن کا مطالعہ واضح طور پر بتاتا ہے کہ یہ مفروضہ بالکل بے اصل ہے۔ قرآن نے متعدد مقام پر بار بار اِس بات کی صراحت فرمائی ہے کہ وہ اپنے اصل مقصد کے بیان و ابلاغ کے اعتبار سے بالکل ایک واضح کتاب ہے۔ وہ بنیادی مقصد یہ ہے کہ خدا ایک ہے، وہی عبادت کے لائق ہے اور انسانوں کو ایک دن اپنے ابدی مستقبل (جنت یا جہنم) کا آخری

فیصلہ سننے کے لیے اُس کے حضور میں پیش ہونا ہے۔

اِسی کے ساتھ قرآن میں بار بار یہ اعلان کیا گیا ہے کہ قرآن نصیحت کے لیے پوری طرح موزوں بنا دیا گیا ہے۔ چنانچہ ایک ہی سورہ میں چار مرتبہ بہ تکرار اس حقیقت کو دہرایا گیا ہے: 'وَلَقَدۡ یَسَّرۡنَا الۡقُرۡاٰنَ لِلذِّکۡرِ، فَھَلۡ مِنۡ مُّدَّکِرٍ' (القمر ۵۴: ۱۷، ۲۲، ۳۲، ۴۰)، یعنی ہم نے اِس قرآن کو یاد دہانی کے لیے نہایت موزوں بنا دیا ہے۔ پھر کیا ہے کوئی یاد دہانی حاصل کرنے والا؟

اِس کے علاوہ، ایک معمولی فرق کے ساتھ یہی بات قرآن میں مزید دو بار حسب ذیل الفاظ میں بیان کی گئی ہے:

☆ 'فَاِنَّمَا یَسَّرۡنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الۡمُتَّقِیۡنَ وَتُنۡذِرَ بِهٖ قَوۡمًا لُّدًّا' (مریم ۱۹: ۹۷)، یعنی ہم نے اِس قرآن کو تمھاری زبان میں اِسی لیے سہل اور موزوں بنا دیا ہے تاکہ تم اُن لوگوں کو اِس کے ذریعے سے بشارت دو جو خدا سے ڈرنے والے ہیں، اور اِن ہٹ دھرم لوگوں کو اِس کے ذریعے سے خبردار کر دو۔

☆ 'فَاِنَّمَا یَسَّرۡنٰهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّھُمۡ یَتَذَکَّرُوۡنَ' (الدخان ۴۴: ۵۸)، یعنی ہم نے اِس قرآن کو تمھاری زبان میں نہایت موزوں بنا دیا ہے تاکہ وہ اِس سے یاد دہانی حاصل کریں۔

اِسی طرح ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہوا ہے: 'وَلَقَدۡ ضَرَبۡنَا لِلنَّاسِ فِیۡ ھٰذَا الۡقُرۡاٰنِ مِنۡ کُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّھُمۡ یَتَذَکَّرُوۡنَ. قُرۡاٰنًا عَرَبِیًّا غَیۡرَ ذِیۡ عِوَجٍ لَّعَلَّھُمۡ یَتَّقُوۡنَ' (الزمر ۳۹: ۲۷-۲۸)، یعنی ہم نے اِس قرآن میں لوگوں کی تذکیر کے لیے ہر قسم کی تمثیلیں بیان کر دی ہیں تاکہ وہ یاد دہانی حاصل کریں۔ وہ ایک عربی قرآن کی صورت میں ہے جس کے اندر کوئی ٹیڑھ نہیں پائی جاتی۔

اِن آیات سے یہ حقیقت پوری طرح مبرہن ہو جاتی ہے کہ تذکیر کے لیے قرآن بالکل واضح اور آسان کتاب ہے۔ اِسی کے ساتھ قرآن میں ہرگز کسی قسم کی کوئی فلسفیانہ پیچیدگی نہیں پائی جاتی۔ وہ فصیح و بلیغ زبان، اور ایسے فطری اور دل نشیں اسلوب میں نازل کیا گیا ہے جس سے اُس کا اصل مقصد ہر جگہ کسی ابہام کے بغیر پوری قطعیت کے ساتھ واضح ہو جاتا ہے۔

قرآن کی زبان و بیان پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اِن آیات میں 'تَیۡسِیۡر' کا مطلب معروف معنوں میں صرف کتاب اللہ کا ''آسان'' ہونا نہیں، بلکہ اِس سے مراد اپنے مقصد کے اِبلاغ کے لیے قرآن کا پوری طرح موزوں ہونا ہے، یعنی قرآن اپنے الفاظ و معانی اور اپنے اصل پیغام کی ترسیل کے اعتبار سے، پوری طرح انسانی فطرت اور اُس کی نفسیات کے مطابق ہے۔ وہ عین اُسی خالق کا کلام ہے جس نے انسان کو پیدا کیا ہے۔ انسان اور قرآن،

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

دونوں ایک ہی خداے رحمان ورحیم کی رحمتوں کا ظہور ہیں (الرحمٰن ۵۵: ۱-۳)۔ انسان اور قرآن، دونوں ایک دوسرے کا مثنّٰی (العنکبوت ۲۹: ۴۹) ہیں۔ دونوں کے درمیان مذکورہ قسم کے کسی فرق کا وجود عقل وفطرت، دونوں اعتبار سے ممکن نہیں۔

عربی مبین اور متعلق علوم پر عالمانہ نظر

قرآن کا مخاطَب چونکہ انسان ہے، اور ظاہر ہے کہ انسان ایک مکمل وجود کا نام ہے۔ وہ اپنے آپ میں پوری ایک کائنات ہے۔ ایسی حالت میں یہ ایک فطری بات ہے کہ قرآن میں اپنے مقصد کی توضیح وتبیین کے ضمن میں دیگر آفاقی اور انفسی حقائق کا تذکرہ بھی موجود ہو۔[1] اِس لیے ضروری ہوگا کہ تذکیریات کے علاوہ، جو شخص قرآن کا گہرا علمی مطالعہ کرنا چاہے، وہ انسانی علوم، مثلاً تاریخ، نفسیات اور اجتماعیات جیسے موضوع پر بھی گہری نظر رکھتا ہو۔ اِس طرح اُس کے لیے یہ ممکن ہوگا کہ وہ قرآن کے 'ظاہر' کے ساتھ اُس کے 'باطن' تک پہنچنے کے لیے تدبر قرآن کے علمی تقاضوں کو پورا کر سکے۔

اِس معاملے میں بنیادی چیز قرآن کی زبان وبیان پر عالمانہ نظر ہے۔ ''قرآن کا فہم اب اِس زبان (عربی مبین) کے صحیح علم اور اِس کے صحیح ذوق ہی پر منحصر ہے، اور اِس میں تدبر اور اِس کی شرح وتفسیر کے لیے ضروری ہے کہ آدمی اِس زبان کا جید عالم اور اِس کے اسالیب کا ایسا ذوق آشنا ہو کہ قرآن کے مدعا تک پہنچنے میں کم از کم اُس کی زبان اُس کی راہ میں حائل نہ ہو سکے۔''[2]

یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اِس کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا: 'أعربوا القرآن'۔[3] اِسی طرح خلیفۂ ثانی عمر بن الخطاب نے فرمایا: 'تعلّموا العربیة، کما تعلّموا حفظَ القرآن' (مصنّف ابن ابی شیبہ، رقم ۲۹۳۲۹)، یعنی تم عربی مبین کی تعلیم اُسی طرح حاصل کرو، جس طرح تم خود قرآن کی تعلیم حاصل کرتے ہو۔ مذکورہ روایات میں 'إعراب' اور 'العربیة' سے مراد اصلاً اُس عربی مبین کی تعلیم ہے جس میں قرآن نازل ہوا اور جس میں

---

[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: مناهل العرفان للزرقاني کا باب إعجاز القرآن و ما یتعلق به، ۲/ ۲۱۲۔

[2] میزان، جاوید احمد غامدی ۱۶۔

[3] مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۴۳۶۶۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

نزول قرآن کے وقت قبیلۂ قریش کے لوگ کلام کرتے تھے۔[4]

قرآن کی زبان و بیان میں عالمانہ درک حاصل کیے بغیر جو شخص قرآن پر رائے زنی کرے، اُس کے بارے میں سخت اندیشہ ہے کہ وہ اِس پیغمبرانہ تہدید کا مصداق قرار پائے: 'من قال في القرآن بغير علم، فليتبوأ مقعده من النار' (ترمذی، رقم ۲۹۵۰)، یعنی علم کے بغیر جو شخص قرآن کے باب میں رائے دے، اُسے چاہیے کہ وہ جہنم میں اپنا ٹھکانا بنا لے۔

قرآن کی زبان و بیان پر، بلاشبہ بہت قابل قدر کام ہو چکا ہے۔ تاہم بعد کے زمانے میں مولانا حمید الدین فراہی (وفات: ۱۹۳۰) اور اُن کے تلامذہ نے اِس موضوع پر انتہائی اہم اور انقلابی کام کیا ہے۔ قرآن کے طلبہ اِس سے بہت کچھ اخذ و استفادہ کر سکتے ہیں۔

قرآن کی عربی معلّٰی کے ذوق کی آب یاری کے لیے ضروری ہے کہ قرآن کے طلبہ دو بنیادی کام ضرور کریں: ایک ہے ـــــ تلاوت قرآن کے خصوصی اہتمام اور اُس کے دعوتی اور تذکیری مطالعے کے ساتھ، زبان و بیان کے اعتبار سے قرآن پر مسلسل غور و فکر اور مختلف زاویوں سے اُس کے اسالیب کا گہرا مطالعہ۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ قرآن کی زبان و بیان کا خود اُس سے بڑا اور دوسرا کوئی ماخذ نہیں۔ یہ گویا مطالعۂ قرآن کا وہی طریقہ ہوگا جس کو ادبی ریفرینس میں اِس طرح بیان کیا گیا ہے:

برائے پاکی شعرے، شب بہ روز آرد[5]

یہ اِسی دوسری نوعیت کا گہرا مطالعۂ قرآن تھا جس میں بعض سلف صالحین کے کئی کئی برس صرف ہو جاتے تھے۔ مثلاً چوتھی صدی ہجری کے مشہور عالم اور محدث ابو العباس بن عطاء البغدادی کو اِسی قسم کے ایک ختم قرآن میں کئی سال گزر گئے: 'وبقي في ختمة مفردة بضع عشرة سنة، يتفهم ويتدبر'۔[6]

مختلف زاویوں سے قرآن مجید پر یہی وہ گہرا تدبر تھا جس میں خلیفۂ ثانی عمر بن الخطاب اور اُن کے بیٹے عبد اللہ بن عمر کو محض سورۂ بقرہ کی تکمیل میں کئی برس کا طویل عرصہ گزر گیا تھا۔[7] یہی وجہ تھی کہ "ختم قرآن" کے مروجہ طریقوں کے

۴؎ الإتقان للسيوطي ۴۵۳/۳۔

۵؎ "ایک شعر کی تہذیب میں بسا اوقات رات گزر جاتی اور دن نکل آتا ہے۔"

۶؎ سير أعلام النبلاء ۲۵۶/۱۴۔ صفة الصفوة لابن الجوزي ۵۳۳/۱۔ تاريخ بغداد للبغدادي ۲۶/۵۔

۷؎ الجامع لأحكام القرآن للقرطبي ۴۰/۱۔ الإتقان للسيوطي ۱۷۶/۴۔ الطبقات الكبرىٰ لابن سعد ۱۶۴/۴۔

برعکس، اصحاب رسول کے درمیان اِس عمل کو عظمت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا کہ ایک شخص قرآن کی صرف دو سورتیں (البقرہ، آل عمران) سیکھ لے: 'يقول أنس رضي الله عنه: كان الرجل إذا قرأ البقرة و آل عمران، جلّ في أعيننا'[8]۔ اصحاب رسول اور سلف صالحین کے حالات کا مطالعہ بتاتا ہے کہ قرآن کے علم و عمل کے بغیر مجرد تلاوت کا تصور اُن کے درمیان اجنبی تھا۔[9]

عربی قرآن کے ذوق کی آب یاری کے لیے قرآن کے بعد اِس مقصد کے لیے احادیث و آثار کا مطالعہ بہت مفید ہے۔ خاص طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں، تمثیلات اور اپنے اصحاب کے ساتھ آپ کی گفتگو میں عموماً روایت باللفظ کی بنا پر اِس عربی مبین کا بہت بڑا خزانہ جمع ہو گیا ہے۔ قرآن کا ایک طالب علم اگر اپنی زندگی میں اِن ماثور دعاؤں کو شعور و ذوق کے ساتھ حرزِ جاں بنا سکے تو زبان و بیان کے حسن بے پایاں کے ساتھ وہ اُس کے لیے فکر و عمل کی تاریکی سے نکل کر ہدایت و معرفت کی روشنی حاصل کرنے کا ایک بے مثل ذریعہ ثابت ہو گا۔[10]

عربی قرآن کے ذوق کی آب یاری کے لیے قرآن کے طلبہ کو دوسرا جو کام کرنا چاہیے، وہ مولانا حمید الدین فراہی کی کتابوں، خاص طور پر ''مفردات القرآن'' اور ''اسالیب القرآن'' (رسائل في علوم القرآن) کا سبقاً سبقاً گہرا مطالعہ ہے۔ اِسی طرح اہل علم کا تجربہ ہے کہ اِس معاملے میں سرسید، شبلی، حالی اور خود فراہی کے استاذ ''اصمعیِ زمانہ'' مولانا فیض الحسن سہارن پوری (وفات: ۱۸۸۷ء) کی کتب، خاص طور پر 'رياض الفيض على المعلقات السبع'، وغیرہ کا مطالعہ اُس ادبی ذوق کے لیے صیقل کے ہم معنی ہے جو عربی قرآن کا ذوق آشنا بنانے کے لیے بے حد ضروری ہے۔[11]

۸۔ مجموع الفتاوٰی لابن تیمیة ۳۳۱/۱۳۔

۹۔ مجموع الفتاوٰی لابن تیمیة ۱۰۸/۱۵۔ سير أعلام النبلاء للذهبي ۴۹۰/۱۔

۱۰۔ اِن دعاؤں کے بہت سے مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ اِس کے علاوہ، کتب احادیث کا باب ''كتاب الدعوات''، خاص طور پر سنن الترمذی کا مذکورہ باب نسبتاً زیادہ وسیع ہے۔ اِس معاملے میں الأذكار (النووی)، جامع صحيح الأذكار (الالبانی) اور الجامع الصحيح للأدعية و الأذكار (صہیب عبد الجبار) بہت جامع ہے۔ ۴۶۳ صفحات پر مشتمل یہ آخر الذکر مجموعۂ دعا اور دعا سے متعلق الجامع الصحيح للسنن و المسانيد (كتاب العبادات) کی تقریباً تمام صحیح روایات کا بہترین خزانہ ہے۔

۱۱۔ آٹھویں صدی ہجری کے مشہور عالم ابن قیم الجوزیہ (وفات: ۱۳۱۰ء) کے یہاں بھی اِس اعتبار سے انتہائی بیش قیمت مواد پایا جاتا ہے۔ دوسری چیزوں کے علاوہ، فہم قرآن میں معاون اعلیٰ ادبی ذوق کی آب یاری کے لیے اُن کی کتابوں کا مطالعہ

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

آخری بات

آخر میں دوبارہ عرض ہے کہ قرآن کے تذکیری اور تفسیری مطالعے میں فرق انتہائی ضروری ہے۔ واقعات بتاتے ہیں کہ اِس معاملے کو اِطلاق کی زبان میں بیان کرکے فہم قرآن کے لیے ''علوم'' کی تعداد میں غیر ضروری اضافہ کرنا عملاً قرآن سے دور کرنے کے ہم معنی ثابت ہوا ہے۔

یہاں یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ اِس قسم کے جن ''علوم'' کو تذکیر بالقرآن کے لیے لازمی قرار دیا جاتا ہے، وہ خود اِس بات کے محتاج ہیں کہ قرآن کی بارگاہ سے وہ اپنے لیے سند تصدیق حاصل کریں۔ قرآن کی تصدیق کی شرط پر ہی وہ اِس قابل ٹھیریں گے کہ وہ فہم قرآن کے لیے معاون ثابت ہوسکیں۔

''قرآن نصیحت کے لیے ایک آسان ترین کتاب ہے'' —— خدا کے اِس مسلسل فرمان کے باوجود مذکورہ قسم کے بے اصل مفروضات کی بنا پر قرآن آج امت کے درمیان ایک مشکل ترین کتاب بنا ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن اب عملاً صرف ''تلاوت براے ثواب'' کے مروجہ تصور کا موضوع بن کر رہ گیا ہے، نہ کہ تلاوت براے تدبر کے اصل تصور کا موضوع۔ جلیل القدر تابعی حسن البصری (وفات: ۷۲۸ء) کے الفاظ میں، آج عملاً صورت حال یہ ہے کہ جو قرآن تدبر و عمل کے لیے نازل کیا گیا تھا، لوگوں نے صرف اُس کی تلاوت ہی کو عمل کا درجہ دے دیا ہے۔[۱۲] تلاوت کا مطلوب —— ذِکر و نصیحت، اور اُس کا طریقہ —— تدبر و تفکر اب امت کے درمیان تقریباً اجنبی بن چکا ہے، حتیٰ کہ 'حق تلاوت' اور تدبر کا یہ مطلوب طریقہ خود قرآن کی دھوم مچانے والے بہت سے لوگوں کے درمیان بھی اتنا ہی اجنبی ہے، جتنا کہ وہ اُس سے بے خبر لوگوں کے درمیان اجنبی بنا ہوا ہے۔

امت مسلمہ کے بگاڑ کا اصل سبب کتاب اللہ سے اِسی فکری اور عملی تعلق کا فقدان ہے۔ اب آخری وقت آگیا ہے

بلاشبہ مفید ہوگا۔ خاص طور پر ملاحظہ ہوں اُن کی کتابیں —— الأمثال في القرآن، التبيان في أقسام القرآن، التبيان في أيمان القرآن، بدائع الفوائد، البدائع في علوم القرآن اور بدائع التفسير، وغیرہ۔ آخر الذکر دو کتابیں حسن ترتیب اور عمدہ گیٹ اَپ کے ساتھ یسری السید محمد اور صالح احمد الشامی کی تحقیق و تخریج سے چھپ چکی ہیں۔ بدائع التفسير (مطبوعہ دارابن الجوزی) ۳ ضخیم مجلدات (صفحات: ۱۴۳۰) پر مشتمل ایک وسیع موسوعہ (انسائکلو پیڈیا) کی حیثیت رکھتی ہے۔

۱۲؎ نزل القرآن ليُتدبر ويُعمل به، فاتخذوا تلاوته عملاً (تلبيس إبليس لابن الجوزي: ۱۰۹؛ اقتضاء العلم والعمل للبغدادي: ۷۶)۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

کہ فہم قرآن کے دوسرے موانع کو دور کرنے کے علاوہ، اُس کے تذکیری اور تفسیری فرق کو واضح کر کے خدا اور اُس کے بندوں کے درمیان حائل ہونے والی فکری بنیادوں کو مکمل طور پر ڈھا دیا جائے، تاکہ لوگ اللہ کی کتاب سے رہنمائی حاصل کریں اور خدا کا کلام براہ راست اپنے ماننے والوں کی قیادت کرے۔ قرآن دنیا میں صراط مستقیم پر چلنے کے لیے مشعل راہ ہو، اور آخرت میں وہ اُن کے لیے ’رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً‘ کی ابدی بادشاہی میں داخلے کی بشارت بن سکے۔

[۱۰/جنوری ۲۰۱۸ء]

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org